ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

الحمد للہ کہ این ذخیرہ آخرت و سرمایہ سعادت

مسمیٰ بہ

معراج شہادت

از تصنیفات

جناب خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل و سکرٹری انجمن امامیہ گیا دام عزہ

در مطبع اصلاح ضلع سارن طبع گردید

کتبہ احقر العباد محمد جواد لکھنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصر علی حق

آج کل نظام عالم مین جو انقلاب پیدا ہوگیا ہی اظہر من الشمس ہے از انجملہ ایک انقلاب یہ ہی جو ممکن ہے کہ دیگر انقلابات کے باعث ہو کہ لوگ خاصان خدا پر طعنہ زن ہونے لگے اُونکی اچھی باتون انکو کوتاہ بینی سے بُرے رنگ مین ظاہر کرینگے۔

جناب حضرت امام حسین علیہ السلام نے خدا کی راہ مین جو کارہاے نمایان کیے اُنکا ہر اقلیم کے مورخین نے اعتراف کیا ہی لیکن اب یہ زمانہ آیا کہ لوگ حضرت کی ردّ و قدح پر تیار ہوگئے اور آپکے مدارج گھٹانیکی کوشش کرینگے۔

مسٹر حیرت نے واقعہ کربلا ہی سے انکار کرکے ایک زمانہ کو حیرت مین ڈالا مسٹر قادیانی نے یزید کو (عیاذاً باللہ) امام حسین علیہ السلام کے درجہ مین داخل کردیا اب بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ حضرت نے اپنے کو آپ ہلاکت مین ڈالا اور بعض کہتے ہین کہ آپنے کل کارروائی بطمع خلافت کی تھی اسلیئے خدا کی راہ مین کچھ نہ کیا۔

بہ نسبت اعتراض اول کے یہ واقعہ کہ حضرت واقعی مع اعزا و اقارب کے عالم غربت مین نہایت بیکسی سے شہید ہوے اور بہ نسبت اعتراض دوم کے یہ واقعہ کہ اٹھارہ ہزار آدمیون نے حضور کی طلبی کے خطوط لکھے تھے اور حضور اون خطوط کے وصول ہونے پر کربلا کی طرف تشریف لیگئے ایسے واقعات ہین کہ کوتاہ بین اشخاص کے دلمین وسوسہ پیدا کرسکتے ہین لیکن حقیقت حال کے علم سے یہ وسوسہ بالکل رفع دفع ہوجاتا ہی اسلیے مین نے سطور ذیل مین ان اعتراضون کے جواب لکھے اور جب احباب اعزا کو یہ تحریر سنائی تو سبھون نے اصرار کیا کہ اسکو فوراً شایع ہونا چاہیے بعدہ اڈیٹر رسالہ اصلاح نے اسکی اشاعت کی خواہش ظاہر کی مین نے بخوشی اُنکو اجازت دی اسلیے سطور ذیل بطور رسالہ کے ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہین۔

احقر العباد
سید خیرات احمد عفی عنہ
وکیل و سکریٹری انجمن امامیہ۔ گیا

اعتراض بعض لوگ جناب امام حسین علیہ السلام پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ حضرت نے دیدہ و دانستہ اپنے کو ہلاکت مین ڈالا اور اسلیے نعوذ باللہ حکم خدا لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کی نافرمانی کی اور بعض کہتے ہین کہ آپ بطمع خلافت کوفہ گئے اور وہان فوج مخالفین مین گھر گئے اور اور نعوذ باللہ اپنی سزاے اعمال کو پہونچے۔

جواب سبحان اللہ جناب امام حسین علیہ السلام کی کیا شان پاک ہی کہ دشمنان کتنا ہی خاک اُنکے نور پاک پر ڈالین حضرت کا نور چمکتا ہی جائیگا۔ آپ انھین اعتراضات کے جواب سنیئے کہ حضرت نے از ابتدا تا انتہا حکم حاکم حقیقی اور رضاے پروردگار عالم کا اسقدر خیال فرمایا ہی کہ طاقت بشری سے باہر ہی اور اوسمین قیل وقال کی کہین جگہہ باقی نہین ہی۔

پہلے اعتراض کی نسبت ذرا واقعات پر غور کیجیے بکمال اختصار عرض کرتا ہون۔

یعنی جب یزید باہ رجب ۶۰ سنہ ہجری شام مین تخت پر بیٹھا تو اُسنے حاکم مدینہ کو لکھا کہ حسین ابن علی سے میری بیعت لو اور اگر وہ بیعت نہ کرین تو اُن کا سر کاٹ کر بھیجدو۔ تواریخ سے ثابت ہی جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ بعد شہادت حضرت علی و حضرت امام حسن علیہما السلام کے امیر معاویہ تمام ملک شام و حجاز و کوفہ و عراق وہ موصل کے بادشاہ ہو گئے تھے تمام اُن کا عمل بیٹھ گیا تھا اور ہر جگہہ اُنکا سکہ و خطبہ جاری تھا اور بعد انتقال حضرت امام حسن علیہ السلام کے دس برس مین سلطنت اونکی بکمال مستحکم ہو گئی تھی اسلیے جب یزید تخت پر بیٹھا تو ساری سلطنت اوسکے ہاتھ آئی سب ملک اُسکا لشکر اونکا خزانہ اُسکا ہو گیا اور ہر صوبہ کے گورنر اُسکے ماتحت ہو گئے ایسی حالت مین کوئی شک نہین کہ بیعت سے انکار کرنے کی حالت مین حضرت امام حسین ع کی جان بلکہ سارے کنبہ کی جان معرض ہلاکت مین پڑ جاتی اسلیئے ظاہر ہے کہ اسوقت مدینہ حضرت کے لیے محل خوف ہو گیا تھا۔

لیکن مکہ معظمہ وہ جگہ ہی جہان بحکم شریعت پشہ کو ستانے کا حکم نہین ہے اس خیال سے حضرت نے پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے اعتقاد کے موافق مدینہ سے مکہ کی طرف ہجرت فرمائی حضرت نے مدینہ سے مع فرزندان و عزیزان و اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے جو مکہ کی طرف ہجرت فرمائی تو کوئی شک نہین کہ آپ محل ہلاکت سے محل امن کی طرف گئے اسلیے یہ الزام

کہ حضرت نے اپنے کو آپ ہلاکت مین ڈالا شروع بسم اللہ ہی غلط بلکہ قضیہ برعکس ہو جاتا ہی۔

پھر خیال کیجیے کہ جب مکہ مین آپ پہونچے تو حج کا زمانہ آگیا آپ کو خبر ملی کہ فوج یزید شام سے حاجیون کے بھیس مین آئی ہی اور اون کا ارادہ ہی کہ حضرت کو عین حرم پاک مین گرفتار کرے یا قتل کرے یزید کو جسقدر پاس شریعت تھا ظاہر ہے اسلیے اس خبر کی باور نہ کرنے کی حضرت کو کوئی وجہ نہ تھی آپ نے خیال فرمایا کہ اگر حرم اقدس مین میری ایسی بیحرمتی یا خونریزی ہوگی تو حرم اقدس کا بڑا استخفاف ہوگا اور بڑی توہین ہوگی بہتر ہے کہ کوفہ چلون جہان کے لوگ میرے لیے تمنائین کر رہے ہین۔ یہان پر بھی اندک غور سے واضح ہوگا کہ اب اسوقت مکہ معظمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیئے محل خوف ہو گیا تھا اور کوفہ محل امن سمجھا گیا تھا مگر چونکہ کوفیون پر آپ کو پورا بھروسا نہ تھا اسلیئے آپ نے پہلے اپنے چچا زاد بھائی مسلم علیہ السلام کو اوسطرف بھیجا اور پھر خود روانہ ہوے اسوقت بھی کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ حضرت نے اپنے کو ہلاکت مین ڈالا بلکہ ہر منصف مزاج یہ کہے گا کہ اسوقت بھی آپ محل ہلاکت سے محل امن کی طرف گئے بعد اسکے رفتہ رفتہ آپ نواح عراق مین پہونچ گئے اور حضرت حر علیہ السلام اور انکے لشکر سے جنکو ابن زیاد گورنر کوفہ نے حضرت کی راہ روکنے کے لیے بھیجا تھا ملاقات ہوئی۔

حضرت حر نے کہا کہ سارا کوفہ آپکے خلاف ہو گیا۔ اب کوئی آپ کا معین و مددگار نہین ہے۔ آپکے بھائی مسلم علیہ السلام عالم غربت مین شہید ہوے۔ انکے دو معصوم بچے نہایت بیرحمی سے قتل کیے گئے شام سے فوج پر فوج آرہی ہے اور ابن زیاد کا حکم ہے کہ حسین ابن علی جہان ملین۔ انکو گرفتار کرو یا قتل کرو۔ حضرت حر جن کا قلب پاک نور ایمان سے بھرا ہوا تھا اسوقت فوج مخالف مین تھے۔ مگر تو لاے اہلبیت دلمین چٹکیان لے رہی تھی۔ اسلیئے رائے دی کہ اب حضور کا کوفہ جانا مصلحت نہین ہے اور مدینہ واپس جانے کا حکم نہین ہے۔ اس لیئے بہتر ہے کہ حضور کسی دوسری طرف تشریف لے جائین حضرت نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور کوفہ سے عنان عزیمت موڑی اور رات کے وقت کوچ کیا کہ جدھر اللہ لیجائے ادھر متوکل بخدا لیے چلو۔

یہان بھی غور کیجیے کہ حضرت نے حفاظت جان کی بڑی کوشش کی اور محل خوف یعنی کوفہ کی طرف رخ نکیا اور بڑی راہ اختیار کی آخر تیسری محرم کو زمین کربلا پر پہونچ گئے لیکن ہزار افسوس کہ یہان تعاقب مین ابن زیاد کی فوج پہونچ گئی اور آخر افواج کوفہ و شام کی اسقدر کثرت ہوئی کہ حضرت بالکل محاصرہ مین آگئے اور اب آپ کو کسیطرف جانے کی اجازت یا مہلت نہ ملی۔

اب غور کیجیے کہ از ابتدا تا انتہا جناب امام حسین علیہ السلام نے جان بچانیکی انتہائی کوشش کی یا نہین؟ اور جہان ذرا بھی خوف ہلاکت یا خونریزی پایا گیا وہان سے کوچ کر کے محل امن کیطرف روانہ ہوے یا نہین؟ پس باوجود ایسی کوشش بلیغ حفاظت جان کے آپ پر یہ الزام دینا کہ آپنے اپنے کو ہلاکت مین ڈالا کسقدر لغو اور بے بنیاد ہے حق یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی شان عالی انتہائے قیاس سے اعلیٰ ہے یعنی حضرت نے جو کام کیا ہے اسکو انتہا کر کے دکھلایا ہے۔ جہان حفاظت جان کی کوشش کی ضرورت تھی وہان ایسی کوشش فرمائی کہ جس سے بڑھکر کوشش ممکن نہین اور جہان پروردگار عالم سے راضی برضا رہنے کا وقت آیا وہان ایسے صبر و استقلال سے کارروائی کی کہ دنیا کی تواریخ مین اوسکا جواب نہین مین دعوے سے کہتا ہون کہ جس صبر و استقلال سے حضرت سید الشہدا علیہ السلام نے عالم غربت مین اپنے بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے کی شہادت گوارا فرما کر خود شربت شہادت نوش فرمایا ہے اُسکے مقابل مین کوئی واقعہ کسی ملت و مذہب کا پیش نہین کیا جا سکتا اسلیے اب مین دوسرے اعتراض کا جواب شروع کرتا ہون۔

وہ کون سی بات تھی جس نے حضرت سید الشہدا علیہ السلام کو مصائب مین اسقدر اسقدر مستقل رکھا اور وہ کونسی شی عزیز تر آپ کے سامنے جلوہ ظہور دکھاتی تھی جسکے مقابلہ مین آپ اپنے عزیزان اور نورِ دیدگان کے تلف ہونے کو دھیان مین نہ لائے۔؟

المختصر یہ تو آپ سن چکے کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو اُسنے امام حسین علیہ السلام سے

بجبر بیعت لینے کا حکم صادر کیا جن الفاظ مین اوس کی بیعت لی جاتی تھی اُن کو شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رسالہ تکمیل الایمان مین یون لکھتے ہین کہ بیعت کرنے والون سے اقرار لیا جاتا تھا وہ یزید یزید چاہے ہمکو مثل غلامون کے سر بازار فروخت کرے یا آزاد رکھے خدا کی عبادت کا حکم دے یا اس سے روک دے،، دیکھو فلسفہ شہادت صفحہ ۹ اعمال و افعال اوسکے ایسے قبیح تھے کہ جسکی تصریح مین طبیعت کو نفرت اور کراہت ہوتی ہی مختصر یہ کہ شریعت مین جتنے امور حرام ہین وہ اُسکے حکم سے حلال ہوگئے اور کل احکام خدا اور رسولؐ طاق نسیان پر رکھ دیے گیے زنا محصنہ لواطہ شرابخواری قمار بازی وغیرہ گناہان کبیرہ اوس کے شریعت سے عیب ندارد مین داخل ہوگئے

اب ایسا فاسق فاجر شخص امام زمان فرزند رسول سید شباب اہل الجنۃ سے بیعت کا خواستگار ہے حضرت نے خیال فرمایا کہ ایسے مرتد کی بیعت دیانات کی رغبت دلانا بلکہ اوسکی حمایت کرنا ہے اور اسمین اسلام کا خون ناحق ہی یعنی جس اسلام کو آپ کے جد بزرگوار نے سخت مصائب اور کڑیان جھیل کر قائم فرمایا تھا اوسکو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا اور قوم کو ایام جاہلیت سے بھی زیادہ جاہل شقی مرتد بیدین بنانا ہے اسلیئے آپ نے بیعت صاف انکار کیا لیکن چونکہ انکار مین خوف جان و عزت و آبرو سب کچھ تھا اسلیئے حتے الامکان اپنی جان اور اپنے عزیزون کو اعدائے دین کے شر سے بچاتے رہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر لیئے پھرے جیسا مین ابھی لکھ چکا ہون لیکن حسب اتفاقات زمانہ سے اعدائے دین کے بالکل محاصرے مین آگئے اور کوئی راہ امان کی نہ ملی تب ہر طرح کی صعوبت اور شدت اور تکلیف اور ایذا گوارا کی لیکن بیعت یزید سے ہمیشہ کارہ اور متنفر رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب عزیز و اقارب کٹ گئے بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے فدیہ راہ خدا ہوئے حضرت علی اکبر کو برچھی لگی حضرت عباس کے شانے قلم ہوئے حضرت علی اصغر کے گلوے نازنین پر تیر ستم لگا آپ خود نہایت بیکسی سے شہید ہوئے خیمہ مبارک لوٹا گیا اوسمین آگ لگائی گئی۔ حضرت سید الساجدین قید ہوئے اہلبیت دیار بدیار پھرائے گئے دربار دن مین

ادن کا جائزہ لیا گیا یہان تک کہ خاندان بنی ہاشم ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا مگر بیعت یزید کی نہ کی۔

کیا امام حسین علیہ السلام نے کربلا کی کارروائی بطمع خلافت کی تھی؟

اب مین جملہ مذاہب شیعہ سنی ہنود نصاری یہودی بودہ برہمو وغیرہ کے عقلا اور اہل الرائے سے مشورہ طلب ہون سب غور فرمائین کہ وہ کونسی شئے عزیز تھی کہ جسکے مقابلہ مین حضرت سید الشہدا نے ایسے داغ اپنے عزیزون کے گوارا کیے اور وہ کونسی بات تھی جسکے مقابلے مین حضرت اپنے خاندان کے تباہ و برباد ہونے کو مطلق دھیان مین نہ لائے یاد رکھنا چاہیے کہ ان کل مصائب کا ٹال دینا حضرت کے اختیار مین تھا یعنی اگر آپ یزید کی بیعت کر لیتے تو کچھ نہوتا۔

اس کے جواب مین معاندین تو بیشک یہی بول اٹھین گے کہ حضرت نے بطمع خلافت یہ کارروائی کی لیکن مین کہتا ہون کہ اگر آپ کو طمع خلافت ہوتی تو مدینہ سے سیدھے کوفہ چلے جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ نقشہ عرب دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مدینہ سے مکہ چوبیس دن کی راہ پر بجانب جنوب واقع ہے اور کوفہ مدینہ سے بھی بجانب شمال ہے اسلیئے مکہ سے جانب شمال مائل بمشرق ڈیڑھ مہینہ کی راہ پر واقع ہے اسلیئے بحالت طمع خلافت ان کا چوبیس دن تک بجانب جنوب تشریف لے جانا بعدہ جنوب سے شمال کی جانب پھر لوٹنا اور ایک مہینے کے قریب دھاوے کا سفر کرنا بالکل بے کار معلوم ہوتا ہے۔

غور کیجیے کہ اگر لکھنؤ کے کسی شخص کو دارجیلنگ مین کوئی اہم پیش ہو تو وہ سیدھا لکھنؤ سے دارجیلنگ چلا جائے گا لکھنؤ سے حیدرآباد اور پھر حیدرآباد سے دارجیلنگ کیون جانے لگا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ایک شہر سے دوسرے شہر صرف بنظر حفاظت جان و خوف بیعت یزید کے جاتے تھے سوائے اسکے اور کوئی دوسرا مقصد نہ تھا اگر بطمع خلافت جاتے تو سیدھے مدینے سے کوفہ تشریف لے جاتے مدینہ سے مکہ اور

ملکے سے کوفہ پھیر کھاکر جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

علاوہ اسکے اس خیال فاسد کا (یعنی حضرت کو طمع خلافت ہونے کا) وہین پر خاتمہ ہوجاتا ہی جب حضرت حر علیہ السلام سے آپ کو ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ سارا کوفہ مخالفت پر کمر باندھے ہوے ہی حضرت مسلم شہید ہوگئے اونکے دو معصوم بچے بیرحمی سے قتل کیے گئے اب اسکے بعد آپ کس بھروسے پر خلافت کی طمع کرتے یا کوفہ کی طرف جاتے چنانچہ کوفہ تہ گئے۔ بلکہ متوکل بخدا جہان خدا لے جاے اُدھر چلے اور آخر جاتے جاتے میدان کربلا مین پہونچ گئے اور فوج کثیر کے محاصرے مین آگئے اسکے بعد تو جتنی کارروائیان حضور نے نہایت صبر و استقلال سے کین اور سخت ترین مصائب برداشت کیے اون کو تو کوئی عاقل بطمع خلافت کرنے کا گمان تک نہین کرسکتا بلکہ اگر آپ کو طمع خلافت ہوتی تو آپ فوراً یزید کی بیعت کرلیتے کیونکہ اس حالت مین یقین کے ساتھ امید کی جاسکتی تھی کہ یزید آپ کو کوفہ یا مدینہ کا حاکم مقرر کردیتا اسلیے اب اسبات مین کوئی شک نہین رہتا کہ حضرت امام حسین نے کربلا کی کارروائی ہرگز ہرگز بطمع خلافت نہین کی تھی۔

کیا امام حسین علیہ السلام ایک ضدی شخص تھے کہ اپنی ضد مین آپنے اپنا اور دوسرون کا نقصان کیا؟

لیکن اگر کوئی مخالف یہ کہے کہ نعوذ باللہ امام حسین علیہ السلام ایک ضدی شخص تھے کہ اپنی ہٹ دھرمی سے خود ہی تباہ ہوے اور دوسرون کو بھی تباہ کیا تو اندک غور سے یہ اعتراض بھی محض غلط اور تمامتر باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ ضدی بڑی سودائی اوس بے وقوف ضدی شخص کو کہتے ہین جو کسی کی بات نہ سُنے اور نہ کسی کا کہنا مانے اور نہ اپنی کہے اور نہ اپنے دعوے کی دلیل پیش کرے بلکہ محض اپنی ضد مین اپنا ضرر کرے اور دوسرون کو ضرر پہونچادے امام حسین علیہ السلام ہرگز ایسے نہ تھے۔ آپ ہر شخص کی باتون کو بغور سنتے تھے اور ہر نیک و بد کو میزان عقل مین تولتے تھے اور جو صلاح نیک ملتی تھی اوسکو اختیار کرتے تھے اور جس بات کا خود دعوے کرتے تھے اُسکی

برابر معقول دلیل دے کر سبکو قائل کرتے تھے۔

اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ فرزندان اور عزیزان اہلبیت آپ کے آپ کو نہایت ہی عزیز تھے ہر شخص آپ کی آنکھوں کا تارا اور جگر کا ٹکڑا تھا۔ آپ نے اپنے بچون کی حفاظت مین کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہین رکھا۔ اور جہان ذرا خوف جان یا فساد کا احتمال ہوا وہان سے فوراً عزیزون کو ساتھ لے کر نکل گئے۔

مدینہ سے نکل جانا آپ کا کسی کے خلاف نہ تھا بلکہ ہر شخص حضرت کے اعزا و اقارب کی جان کی حفاظت اسی مین سمجھا تھا لیکن جب آپ نے مکہ سے کوفہ کا قصد کیا تو اکثر لوگ مزاحم ہوے حضرت عبد اللہ ابن عمر یعنی حضرت خلیفہ ثانی کے بیٹے نے کہا کہ مصلحت یہ ہی کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجیے اور پھر چین سے مدینے مین قیام کیجیے۔ دیکھو تاریخ اعثم کوفی چھاپہ دلی مطبع یوسفی صفحہ ۳۵۲ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھائی یہ کیا کہتے ہو مین ہرگز یزید کی بیعت نہ کرون گا مین اپنے نانا رسول خدا کی سنت اور اپنے باپ حضرت علی مرتضی کی خصلت پر رہون گا اس فرمانے سے مقصد آپ کا یہ تھا کہ اگر مین یزید کی بیعت کرلون تو پھر اسلام کا کہان ٹھکانا رہے گا۔ تو کیا آپ چاہتے ہین کہ جس اسلام کو میرے جد بزرگوار نے پیٹ پر پتھر باندھ کر پالا پرورش کیا ہے اوسکو مین اپنے ہاتھوں سے کھو دون۔ جس اسلام کو میرے پدر عالی مقدار نے اپنا سر ہتیلی پر رکھ کر پھیلایا ہے اوسکو مین خود اپنے کارروائی سے ڈبو دون؟

حضرت عبد اللہ ابن عمر مرد معقول تھے مان گئے اور قائل ہوگئے۔

اس کے بعد محمد حنفیہ نے جو آپ کے سوتیلے بھائی تھے منع کیا اور کہا کہ کوفی بے اعتبار ہوتے ہین اون کے قول و فعل کا کچھ ٹھکانا نہین اودھر آپ تشریف نہ لیجائیے اوسطرف جانے مین احتمال ضرر ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوفہ جانے مین احتمال ضرر ہی تو یہان مین کس امن کی جگہ مین ہون کوفہ کی تو

ابھی تک کوئی بات خلاف معلوم نہین ہوئی ہے لیکن یہان تو لوگ حاجیون کے بھیس مین میرے قتل کے لیے جمع ہوے ہین تو کیا تم چاہتے ہو کہ مکہ معظمہ میدان جنگ اور خانہ کعبہ مقتل سادات بنی فاطمہ بن جاے؟ اس سے تو ہزار درجہ بہتر یہی ہے کہ مین متوکل بخدا کوفہ کی طرف جاؤن اور وہان جو مشیت پروردگار عالم ہو اوسپر راضی برضا رہون اس سے اتنا تو ہوگا کہ حرمت حرم محترم خانہ کعبہ کی برباد نہوگی محمد حنفیہ اس کو مان کر کہنے لگے کہ اچھا آپ خود تشریف لے جائیے لیکن حرم محترم کو ساتھ نہ لے جائیے چونکہ حضرت۔ محمد حنفیہ کے بھائی تھے اس لیے آپکو مجبوری ہوئی کہ اپنے دردمند بھائی کو ایک سر خفی سے بھی آگاہ کر دین اسلیے حضرت نے فرمایا کہ بھائی اسمین مین مجبور ہون نانا صلعم کا یہی حکم ہے۔

یہ تو سر خفی تھا لیکن مین کہتا ہون کہ باسباب ظاہر بھی غالبًا کوئی عاقل اس سے اختلاف نہ کرے گا کہ جیسا مدینہ اور مکہ دونون آپ کے لیئے محل خوف ہو گیا تو حضرت کا مع اہلبیت طاہرین کے کوفہ کی طرف تشریف لیجانا خلاف مصلحت نہ تھا اگر تنہا جاتے تو عیال و اطفال کو کسپر اور کس امید پہ چھوڑ جاتے جتنے فرزندان اور عزیزان حضور کے تھے سب آپ کو بہت پیارے تھے اُن کو آپ اس محل خوف مین چھوڑ نہین سکتے تھے اور وہ لوگ حضور کو تنہا کہین جانے دیتے چنانچہ سب کے سب ساتھ ہوے صرف حضرت عبداللہ شوہر حضرت زینب علیہ السلام اور حضرت محمد حنفیہ بوجہ علالت کے ساتھ نہوے ان کے سوا تو سارا کنبہ آپ کے ساتھ تھا اور آیندہ جو کچھ ہوا اسوقت تو آپ کے ساتھ ایک بہادر فوج بھی ہمراہ تھی تب ایسے قافلے کو چھوڑ کر اہل و عیال کو دو علیل بھائی کی حفاظت مین چھوڑنا اور خود مدینے ہجرت فرمانا ہرگز مصلحت وقت کے موافق نہ تھا اسلیے محمد حنفیہ بھی راضی ہو گئے۔

پھر دیکھیے کہ جب حضرت حر علیہ السلام نے بعد رد و بدل کے شب کے وقت تخلیہ کی ملاقات کی تو حضرت امام علیہ السلام سے کہا کہ یا حضرت میرا اسوار آسوتا ہے

آپ اسیوقت کوچ کر جایئے کہ جس مین اعدا کے شر سے نجات ملے آپ نے فوراً اس راے کو قبول کر لیا اور اوسی وقت حضرت عباس کو کوچ کا حکم دیا اور خیمہ اکھڑ گیا۔

آخر آخر وقت تک معرکہ کربلا مین آپ نے عمر سعد کو بار بار کہا اور متواتر خطاب ارشاد فرمائیے۔

کہ اگر تم لوگ ہماری جان اور ہمارے عزیزون کی جان کی امان دو تو ہم تمھارا ملک چھوڑنے کے لیے تیار ہین ہم وعدہ کرتے ہین کہ ہم نہ مکہ جائین گے نہ مدینہ جائین گے نہ کوفہ جائین گے ہم یمن یا دیار ہند کی طرف چلے جائین جہین تمکو میری طرف سے کسی قسم کے ضرر کا گمان نہو۔

اب آپ فرمائیے کہ اس سے زیادہ جناب امام حسین علیہ السلام اور کیا کہتے یا کیا کرتے یا کوئی دوسرا عاقل اور فرزانہ شخص کیا کرتا۔

پس ایسے شخص سخن شنو مصلحت بین صلح جو امان طلب کو ضدی ہٹ دھرم وہی شخص کہے گا جو خود ٹری سودائی ہوگا۔

کیا امام حسین علیہ السلام نے کربلا کا معرکہ عظیمہ صرف فیملی آنر یا بقاء اسلام کے خیال سے اختیار فرمایا تھا؟

الغرض یہ اتہام بھی غلط ثابت ہوتا ہے تب پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر حضرت کو طمع خلافت نہ تھی یا ضدی شخص نہ تھے تو کون سی بات آپکے دل مین ایسی تحریک کرتی تھی جسکے مقابلہ مین آپ نے بیعت یزید کا ننگ گوارا نہ کیا۔

اسکے جواب مین بعض اہل الراے کہہ سکتے ہین کہ حضرت نے فیملی آنر یعنے عزت خاندانی سے ایسا نہ کیا لیکن جہان تک مین دیکھتا ہون ساتوین محرم کو یہ بات بھی ختم ہو جاتی ہے۔

ساتوین محرم وہ تاریخ ہے کہ تیس ہزار سے زیادہ لشکر جرار آپکے مقابلہ کو پہونچ گیا آپ چارون طرف سے گھرے ہوے ہین گھاٹ رک گئے پانی خیمہ مین

آنا بند ہو گیا العطش العطش کی ہر طرف پکار ہونے لگی چاروں طرف نیزوں کی بھالین چمک رہے ہین تابش آفتاب سے خیمہ مبارک دہک رہا ہے ایسی حالت مین اگر آپ صلح کر لیتے تو سابق کی فیملی نظروں کے خلاف نہو تا کیونکہ اس سے بہت کم حالت تھی جب خود حضرت سرور کائنات صلعم نے بمقام حدیبیہ کفار قریش سے صلح فرمائی تھی اس سے کم حالت تھی جب آپ کے والد بزرگوار حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے جنگ صفین مین امیر معاویہ سے صلح کی تھی اس سے بہت کم حالت تھی جب آپ کے برادر عالی مقدار حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ سے صلح کی تھی اس لیے اگر آپ صلح کر لیتے تو فیملی آنر کے خلاف نہوتا۔ اسلیے یہ بات حضرت نے محض فیملی آنر کے خیال سے اتنا بڑا معرکہ عظیمہ گوارا فرمایا اور اس صبر و استقلال سے اپنا گھر لٹا دیا دلنشین نہین ہوتی تب دلکو تشویش ہوتی ہو کہ واقعی کیا بات حضرت امام حسین علیہ السلام کے خاطر مبارک مین تحریک کرتی تھی کہ آپ نے سب صعوبتین گوارا کین لیکن یزید کی بیعت نہ کی۔

معراج شہادت

اس کے جواب مین اہل الراے کہہ سکتے ہین کہ قیام و استحکام اسلام کے لیے حضرت نے یہ سب صعوبتین گوارا فرمائین۔

مجھے اس راے کے صائب ہونے مین مطلق کلام نہین لیکن مین جہان تک خیال کرتا ہون نوین محرم کی شام سے جو کارروائی حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمائی اوس سے ظاہر ہوتا ہو کہ بقاء اسلام کے علاوہ حضرت نے اپنی ذاتی ترقی اور اعلیٰ ترین مدارج پر فائز ہونے کا اہتمام آغاز فرمایا تھا وہ اس طرح پر کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ

وَالانفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُولٰئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰۃٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

یعنی ہم تمھارا ان پانچ چیزون مین سے کسی ایک چیز یعنی۔ خوف بھوکھ۔ نقصانی مال۔ نقصانی جان یا نقصانی ثمرات یعنی اولاد مین امتحان لین گے۔

قربان ہمت فرزند رسول صلعم کہ آپ نے فرمایا خدایا لبیک یہ تیرا بندہ احقر پانچون امور مین بلکہ اوس سے زیادہ امور مین بیک وقت امتحان دینے کو حاضر ہے حکم آیا بسم اللہ میدان مین آئیے ہمارے فرشتے آپکے صبر و استقلال کا موازنہ کرینگے۔

حق تعالی نے اوسی آیہ کریمہ مین فرمایا ہے کہ جو میرے خاص بندے صابر ہین وہ مصیبت پڑنے کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہین یعنی خدایا ہم تیرے لیے ہین اور تیری طرف بازگشت کرنے والے ہین۔

اس امام جلیل خلاصہ خاندان ابراہیم و اسماعیل نے دل مین خیال کیا کہ فقط زبانی انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو کیا اگر اپنے افعال سے دکھلادون کہ واقعی ہملوگ تیرے لیے (خدا کے لیے) ہین اور تیری طرف واقعی بازگشت کرنے والے ہین تو البتہ سند ہے۔

اس اہتمام کے لیے حضرت نے نوین محرم کو جب ابن سعد نے لڑائی چاہی تو آپ نے ایک شب کی مہلت لی اور جب یہ مہلت منظور ہوئی تو شام کے وقت آپ نے اپنے سب انصار کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور فرمایا کہ یہ افواج کوفہ و شام ہمارے سر کے طلبگار ہین تم سے ان کو کوئی مخاصمہ نہین اور جس حالت مین مین پہونچ گیا ہون اب اوس سے

میری جانبری محال ہے پس تم کیون میرے لئے اپنی جانین تلف کردین
تم کو بخوشی اجازت دیتا ہون کہ تمہارا جدھر جی چاہے چلے جاؤ۔ بلکہ
مین اپنی بیعت تم سے اٹھالیتا ہون۔

یہان پر غور طلب یہ امر ہے کہ اگر مقصد اقصیٰ آپ کا صرف بقار
اسلام ہوتا تو اپنی جماعت کو کم نہ کرتے۔ کیونکہ جسقدر فوج آپ کی
زیادہ ہوتی اوسی قدر قوت ظاہری آپ کی زیادہ ہوتی چنانچہ یہ قاعدہ
عام اب تک چلا آتا ہے کہ حالت خوف مین سردار لشکر جہان تک ممکن
ہوتا ہے اپنی جماعت کو سمیٹے رہتا ہے بلکہ بھاگنے والون کو گولی
مارنے کا حکم دیتا ہے۔

اس لیے کوئی شک نہین کہ اس کارروائی سے مقصود اقصیٰ حضرت
امام حسین علیہ السلام کا یہ تھا کہ اے حسینؑ امتحان تو شروع ہو گیا۔
خوف چھا گیا۔ بھوک پیاس کی شدت شروع ہو گئی اب انا للہ
وانا الیہ راجعون کی عملی تیاری کرو۔ اسلیے پہلے آپ نے انتخاب
اون لوگون کو کیا جو زمرۂ انا للہ مین داخل ہونے کا شرف پانے
والے تھے چنانچہ بہتر بزرگوار ایسے نکلے جنھون نے بخشوع و خضوع
اس مقدس فہرست مین اپنے نام نامی لکھوائے۔ لیکن جن کی قسمت مین
یہ شرف نہ تھا وہ لوگ شب عاشورہ اِدھر اُدھر چل نکلے۔

الغرض اس طرح پر حضور نے انا للہ والون کی فہرست تیار کی اور
بعدہ انا الیہ راجعون کی تیاری شروع کر دی۔ شب بھر حضور اقدس
نے عبادت خدا مین بسر کی غازیان باصفا رضار پروردگار عالم کے
حصول کے لیے ایسے بے چین رہے جیسے اطفال خورد سال بہ شب
عید متمنی سحر رہتے ہین۔ اہلبیت طاہرین علیہم السلام نے اپنے اپنے
خیمون مین اپنے اپنے فرزندون کو سنوارا اور تلقین کی کہ دیکھو کل

تمھارے آقا پر حملہ ہوگا ایسا نہ ہو کہ پسپا ہو جاؤ۔ یا شمشیر مخالفین سے ڈر جاؤ یا بھوک پیاس کی شدت سے تڑپنے لگو۔ اون معصومون نے یقین دلایا کہ اگر ہم اپنے آقا پر اپنی جانین فدا نہ کرین۔ تو آپ دودھ نہ بخشین۔

الغرض اس تیاری مین شب عاشور کٹ گئی اور صبح شہادت آئی اب یکے بعد دیگرے غازیان دین سفر آخرت کی راجعا الی اللہ تیاری کرنے لگے۔ اِدھر آقا سے رخصت ملی فوراً گھوڑے اوٹھا کر شادان و فرحان میدان جنگ مین گئے اور کمال بہادری اور جانبازی دکھا کر رحمت خدا سے جاملے۔ آخر نوبت عزیزون کی پہونچی اور وہ بچھڑنے لگے گودی مین جنھین پالا تھا۔

دو بقیہ پسران حضرت مسلم علیہ السلام شہید ہوے حضرت امام حسین علیہ السلام راضی برضا رہے پیاری بہن زینب اپنے بیٹون کو رخصت دلوانے کے لیئے حاضر لائین قلب پر سخت چوٹ پڑتی ہے۔ بہن کی کمائی ہاتھ سے کھوئی نہین جاتی مگر نہایت صبر واستقلال سے پیارے بھانجے میدان مین بھیج دیے جاتے ہین اور جب اونکی لاشین آتی ہین تو صدمہ تو انتہا کا ہوتا ہے مگر جادہ صبر واستقلال سے قدم نہین ہٹتا۔

اب اس مصیبت کا سامنا ہو کہ تازہ داماد رخصت پر مصر ہے۔ برادر مرحوم کی نشانی ہاتھون سے جاری ہے بیٹی کے رنڈسالہ کا سامان ہوتا ہے مگر پھر رخصت سے انکار نہین کیا جاتا خود اپنے تازہ ناشاد نامراد داماد کو گھوڑے پر چڑھاتے ہین اور جب اوسکی لاش آتی ہے تو خیمۂ مبارک مین کہرام پڑ جاتا ہی مگر حضرت کا استقلال نہین جاتا اور بالکل راضی برضا ہین۔ (یہ بیان خلاف تحقیق ہے حضرت قاسم داماد نہ تھے نہ شادی ہوئی تھی اور نہ)

اب یہ وقت آیا کہ برابر کا بھائی جو اشجع الناس تھا اور جس سے ہر شخص کو بڑی تقویت تھی رخصت طلب ہے آپ کی آنکھون مین دنیا سیاہ معلوم ہوتی ہے مایوسی چارون طرف سے گھیر لیتی ہے لیکن اپنے قوت بازو کو اجازت جنگ دیتے ہین اور جب وہ جان نثار بھائی آواز دیتا ہے یا اخی یا مولائی ادرکنی تو آپ کو صدمہ تو ایسا ہوتا ہے کہ کمر خم ہو جاتی ہے طاقت رفتار جاتی رہتی ہے اور عالم یاس مین بے چین ہو کر فرماتے ہین الان انکسرت ظہری و قلت حیلتی یعنی اب میری کمر شکستہ ہو گئی اور ساری آس ٹوٹ گئی۔

لیکن اسپر بھی جب اوس قوت بازو بہادر بھائی کی لاش مبارک پر پہونچتے ہین تو کمال صبر و استقلال کے ساتھ خالی مشک و علم کو لے کر خیمہ مبارک مین واپس آتے ہین اور ارادے مین ویسے ہی مستقل رہتے ہین۔

اس کے بعد اس فخر خاندان خلیل و اسمٰعیل کے سامنے یہ ہر حلہ پیش آیا کہ اٹھارہ برس کا نوجوان بیٹا ہمشکل رسولؐ جس کی زیارت سے آنکھین ٹھنڈی ہوتی تھین اور رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم یاد آتے تھے رخصت طلب ہے۔ اور اسی میدان مین جانا چاہتا ہے جہان ابھی تک لاش حضرت عباس غازی علمبردار علیہ السلام سے اشجع الناس کی پڑی ہوئی ہے اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے دل پر چوٹ تو ایسی پڑتی ہے کہ تلملا کر گر پڑتے ہین۔ لیکن ایک ایسی چیز (بقاء رحمت پروردگار عالم) اپنا جلوہ ظہور دکھا رہی ہے کہ اوس کے پرتو سے آپ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے مرگ شباب کو دھیان مین نہین لاتے حالانکہ صدمہ قلبی

آپکو وہ ایسا ہی ہو رہا ہی جیسا کہ ہر بشر کو ہوتا ہی بلکہ اُس سے بھی زیادہ چنانچہ منقول ہے کہ قبل شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام کے آپ کے ریش مبارک کے کل بال سیاہ تھے مگر بعد شہادت اس نوجوان فرزند کے زیادہ تر بال سفید ہو گئے لیکن اسپر بھی آپکے صبر و استقلال مین ذرا فرق نہ آیا اور اپنے لخت جگر کے سینے مبارک سے خود برچھی کا پھل نکالا۔ اور رضی برضا رہے۔ امتحان دینا اسکو کہتے ہین !!!

اتنے مین فضہ نے آواز دی کہ یا حضرت معصوم علی اصغر پیاس کے مارے دم توڑ رہا ہی خبر لیجیے آپ اُس بچے کو ہاتھون پر میدان مین لائے اور فرمایا کہ میرا حبیب ناقہ صالح سے کم نہین ہے۔ ہی کوئی ایسا جو اس معصوم بچے کے حلق خشکیدہ تک تھوڑا پانی پہونچاوے اسکے جواب مین بیرحم حرملہ نے اس بچہ کو آب تیر سے سیراب کیا اور وہ بچہ تڑپ کر آپکی گود مین شہید ہوا۔

اب حضرت یکہ و تنہا رہ گئے اور خود لقاء پروردگار عالم اور جوار رحمت مین ملنے کے لیے تیار ہوے عصر کا وقت آگیا زخمون سے چور چور ہو کر گھوڑے پر ڈگمگاتے ہین جسم مبارک پر ایس سو زخم پڑ چکے ہین تیر بدن مین پیوست ہین لیکن استقلال وہی ہی بلکہ غالبًا اس خیال سے کہ ای حسین جب اپنے حبیب کے پاس جاتے ہو تو سب امتحان پورا کر لو ذرا چلتے چلتے اپنی پیاری بہنین اور بیٹیون کو تو دیکھ لو ایسا نہو کہ کہا جاے کہ اگر اُنکی مایوسانہ صورتین تمھارے سامنے ہوتین تو تمھارے دلپر ایسا اثر پڑتا کہ ہمارے استقلال مین فرق آتا۔"

آپ فورًا درخیمہ پر تشریف لائے اسوقت حضور کے جسم مبارک مین اسقدر تیر پیوست تھے کہ اہلبیت علیہم السلام کو تامل ہوا۔ جب سبھون نے پہچانا تو سب بیبیان آکر قدم پاک سے لپٹ گئین اور آپکی دختر چار سالہ حضرت سکینہ سینہ سے چمٹ گئی حضرت نے اپنے فرزند علیل کو جگایا اور بعد و دیعت اسرار امامت و احکام شریعت رخصت طلب ہوے خیمہ مبارک مین کہرام پڑ گیا۔ اُسوقت کا سین بیان سے زیادہ قابل خیال ہی۔ آپنے پہلے حضرت سکینہ کو گود سے اُتار کر

حضرت زینبؑ کے حوالہ کیا اور کہا بہن یہ میری بیٹی ناز پروردہ ہی اسکی برابر خبر لیتی رہنا بعدہ بہت منت کر کے سب بیبیون سے رخصت ہوے اور خیمہ سے باہر آکر بزبان حال یہ فرمایا۔

یارب یہ ہر سادات کا گھر تیرے حوالے
رانڈین ہین کئی خستہ جگر تیرے حوالے

بیکس کا ہی بیمار پسر تیرے حوالے
سب ہین ترے دریا کے گہر تیرے حوالے

عالم ہر کہ غربت مین گرفتار بلا ہون
مین تیری حمایت مین انھین چھوڑ چلا ہون

اب مین ہفت اقلیم کے اہل الراے سے سوال کرتا ہون خوب غور کر کے فرمائین کہ اسوقت جناب امام حسینؑ کے دلمین کونسی بات تحریک کرتی تھی کہ اپنے ناموس کو یون بے سہارے چھوڑ کر میدان کیطرف جاتے ہین اور جسوقت حضور اقدس نے حضرت سکینہ کو اپنی آغوش مبارک سے اُتارا اُسوقت کونسی عزیز تر شے ان کی آنکھون کے سامنے تھی جس نے حضرت سکینہ کی صورت پر پردہ دے دیا؟

فقیر کے نزدیک سواے اسکے اور کوئی بات معلوم نہین ہوتی کہ اب حضور کو درجہ وصال ملنے والا ہے اور لقاء رحمت اپنا جلوہ ظہور دکھا رہی ہی اسیوجہ سے اہل حرم کی بیکسی اور بے چارگی رجوع قلب مین فرق آنے نہین دیتی۔

اسدرجہ وصال پر فائز ہونیکے لیے زینہ بڑا دشوار گذار تھا لیکن قربان ہمت فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ اس زینے سے بھی بآسانی بڑھگئے اور اہلبیت طاہرین علیہم السلام کو خدا کو سونپ کر میدان مین تشریف لائے اب تو صرف ایک آخر کا زینہ باقی ہے یعنی حضرت گھوڑے سے گرے شمر خنجر بکف آیا سینہ مبارک پر سوار ہوا اسوقت دست عاصی کے حق مین دعا کرتے ہوے حضرت عرش اعظم پر پہونچ گئے اور درجہ وصال سے مشرف ہو کر رحمت ایزدی سے ملگئے اور اپنے بے بہا صبر و استقلال سے انا للہ وانا الیہ راجعون کے لغوی معنی پر فائز ہو کر زندہ جاوید ہوگئے!! اللھم صل علی محمد و آل محمد!!!

ایسے ہی بزرگوارون کی شان پاک مین حق تعالی نے فرمایا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔

یعنی جو لوگ راہ خدا مین قتل ہوے ہین اُنکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہین لیکن تم کو اُنکی دیکھنے کا شعور نہین - اگر اس آیہ کریمہ کے مدارج کے قابل نعوذ باللہ حضرت شہدا کربلائے نہ سمجھے جایئن تو دنیا کی تواریخ اُٹھا کر دیکھ لیجیے کوئی دوسرا شخص اسکا مستحق نہ ملے گا۔

الغرض اسمین کوئی شک نہین کہ جناب حضرت سید الشہدا علیہ السلام کی ذات با برکات ایسی ہی کہ قطع نظر اسکے کہ آپ نواسہ رسول برحق کے ہین اور قطع نظر اسکے کہ آپ امام ابن امام ہین خود آپکی سیرت اور آپکے اعمال ایسے ہین کہ ہر شخص آپ کو اعلے درجہ کا بشر...... Imam Hussain بنی نوع انسان سمجھے گا کیونکہ جو شخص واقعات کربلا کو بنظر غور و تعمق دیکھے گا وہ عام اس سے کہ اُسکا اپنا مذہب جو کچھ ہو بلا ریب و شک کہے گا حسین بن علی علیہ السلام نے ایسے ایسے مصائب سخت اور جانگزا صرف اسوجہ سے اختیار کیے تھے کہ اُنکو اسکا کنوکشن یعنی یقین کامل ہو گیا تھا کہ جو بات مین نے دلمین ٹھان لی ہو اسی مین پروردگار عالم کی خوشی ہی یعنی اگر مین یزید کی بیعت کرون تو اسلام بالکل تباہ و برباد ہو جائیگا اور ائمۂ وجد کا سارا ریاض مٹی مین مل جائیگا لیکن اگر مین یزید کی بیعت نکرون تو اسلام قائم رہجائیگا اور خداوند عالم مجھسے راضی اور خوشنود ہو گا اور واسطے خوشنودی اور رضاے پروردگار عالم کے سب مصیبتون کو اور آفتون کو صبر و رضا کیساتھ برداشت کرنا کمال عبودیت ہے اسلیئے اس مہم فی سبیل اللہ مین کسی چیز کو حتی کہ اپنے فرزندان اور جگر گوشگان کو بھی جو میری سرمایہ زندگی ہین عزیز کرنا نہ چاہیے اسلیئے کوئی شک نہین کہ حضرت نے سب مصائب اور تباہی اور خانہ بربادی صرف واسطے رضا و خوشنودی خلاق عالم کے گوارا فرمائے پس جو شخص محض حق تعالی جل شانہ کی رضا اور خوشی کے لیئے اپنے بیٹے بھتیجے بھانجے بھائی کی شہادت گوارا فرماکر خود بعالم غربت بھوکا پیاسا شہید ہو اُسکے مقبول بارگاہ احدیت ہونے مین کسکو کلام ہو سکتا ہے - ؟

ہان اگر کوئی مخالف کہہ سکتا ہی تو یہ کہسکتا ہی کہ حضرت اپنے خیال ہی مین غلطی پر تھے لیکن اسکی نسبت بھی غالباً کوئی کوئی شخص انکار نکریگا کہ یزید کے اعمال و افعال بالکل اسلام بلکہ تہذیب اور اخلاق کے ڈبونے والے تھے اسلیئے اسکی بیعت کرنیسے اسلام خاک مین ملجاتا

اور انسان بہادر ہو جاتے تب یہ خیال ہرگز غلط ہو نہین سکتا کہ حق تعالی مخرب دین اسلام اور مخرب
تہذیب و اخلاق کی حمایت کو ہرگز پسند نہین کرتا اسلیے حضرت سید الشہداؑ کا یہ کنو کشن (علم و یقین)
کہ خداوند عالم کی خوشی اسیمین ہے کہ مین یزید کی بیعت نکرون اور اسلام کو بے داغ اور بے عیب
رکھون غلط نتھا۔ تب کوئی شک نہین کہ حضرت امام حسینؑ نے رضاء پروردگار عالم کیلیے وہ کام کیا
جو آج تک کسی بشر نے نہین کیا ہو اسلیئے آپ بلا ریب و شک دنیا کے ایک بڑے شخص
Gud. Gaunh بلکہ ہر Great man یعنی سید الشہدا ہین اور ہر قوم
اور ملت مین قابل تعظیم ہین۔ اللھم صل علی محمد و آل محمدؐ۔
چنانچہ خدا کے فضل سے واقعتہ بھی ایسا ہی کہ ہر ملت و مذہب والے جو حضرت کے حالات
صبر و استقلال سے واقف ہین آپکی بڑی عظمت کرتے ہین کہ آپ زندون کیطرح فرمانروا ہین اور ہندوستان
مین تو ہمارے ہندو بھائی حضرت کی پوری عزاداری کرتے ہین اگر کسیکو شک ہو تو اسوقت جناب
مہاراجہ صاحب بہادر گوالیار سے دریافت کرے کہ حضور کا حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت کیسا
اعتقاد ہی اور حضور کے اسٹیٹ مین سالانہ بجٹ مین محرم شریف کا خرچ کسقدر رکھا جاتا ہی جہانتک
مین خیال کرتا ہون کسی مذہب کے پیشوا کے لیئے دوسرے مذہب والے اگر بہت کرتے ہین تو اتفاقیہ
کسیکی خاطر سے کچھ بطور ڈونیشن کے دیدیتے ہین مگر ہمارے آقا حضرت سید الشہداء علیہ السلام
کے لیے تو لاکھون ہندو محض صدق دل اور سچے اعتقاد سے بلا کسی کی ترغیب و تحریص کی
لاکھون روپیہ ہر سال خرچ کرتے ہین اور اسمین ترقی کر رہے ہین ان کے علاوہ ست اقالیم
کے مورخین نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے صبر و استقلال کی بڑی تعریف کی ہے لیکن
ہزار افسوس کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہین وہی اُن کی تحقیر و توہین کرتے ہین اور آپکی
شان مبارک مین الفاظ کہیہ "اپنے سزاے اعمال کو پہونچے" استعمال کرتے ہین شرم! شرم!!
ایک بات اور قابل لحاظ ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا سارا خاندان صبر و
استقلال مین یکتاے روزگار رہے اہلبیت طاہرین کا حال تو آپنے سنا کہ بہ شب عاشورہ
اپنے اپنے فرزندون کو تلقین کرتی تھین کہ آج روز جانبازی کا ہی ہرگز ہرگز قدم پیچھے
نہ ہٹے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعد شہادت اُن بہادرون کے بھی اہلبیت طاہرینؑ
نے اوسی صبر و استقلال سے سب مصیبتون کو برداشت کیا اور خاندانی اعزاز و توقیر کو
ہاتھون سے جانے نہ دیا اور اسمین سب چھوٹے بڑے یکسان متحمل و مستقل رہے۔